محمد عابد مسعود ڈوگر

رویوں کی بے اعتدالیاں

راولپنڈی کے ایک پرائیویٹ ہسپتال سے اغواء ہونے والے بچے کا معمہ حل ہوگیا اور راولپنڈی آرٹس کونسل کی ریذیڈنٹ ڈائریکٹر مسز ناہید منظور صاحبہ پکڑی گئیں۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے دو ڈاکٹروں کی ملی بھگت سے بچہ اغواء کرلیا۔ ساری کہانی کے پیچھے ہمارے معاشرے کا وہی جذبۂ فاسقہ کارفرما تھا جو ہم نے ہندوؤں کی ذات پات اور بے ہودہ رسم ورواج پر قائم دھرم سے چرایا ہے۔ ہندومت کے ہمارے معاشرے پر بہت گہرے اثرات ہیں۔ ہمارے تقریباً سبھی معاشرتی رسوم ورواج ہندو سماج کا ہی جدید ایڈیشن ہیں۔ ہم نے ان کی نوک پلک اتنی اچھی طرح سنوار دی ہے کہ اب تو ان رسوم کے اصل ''کرتا'' بھی اسے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں۔ اسلام ہمارا مذہب ہے جو کہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی پورے شعور کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اس ضابطہ کو اپنی حیات پر تجربتہً بھی لاگو نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے رسوم ورواج کی تکلیف لاحاصل میں اپنے آپ کو گرفتار کر رکھا ہے۔ آئے دن اخبارات میں ہمارے سماج کی تصاویر چھپتی رہتی ہیں کہ ''باغبانپورہ میں چولہا پھٹنے سے نو بیاہتا دلہن آگ میں جھلس کر ہلاک'' ایسے واقعات ایک دو نہیں، سینکڑوں ہیں۔ آج تک ایسی ایک خبر بھی نظر سے نہیں گزری کہ کوئی بیٹی میکے میں چولہا پھٹنے سے ہلاک ہوگئی ہے۔ یا پھر اس باورچی خانے میں جس میں ساس ساری عمر کھانا پکاتی رہی، اس کے درودیوار نے بہو کے جلنے کا کربناک منظر دیکھا، کبھی ساس بھی چولہے کا شکار ہوتی ہو۔ آخر پرائی بیٹیوں ہی کی ''بلی'' ہی کیوں چڑھائی جاتی ہے۔

مسز ناہید منظور نے بچہ اغواء کرنے کا انتہائی شرمناک اور قبیح کام اس لیے کیا کہ وہ بانجھ تھی اور ''وارث'' پیدا نہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنے گھر کے اجڑنے کا ڈر تھا یعنی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم یہ عورت ایسے عذاب میں مبتلا کی گئی جس کی وہ کسی طور پر بھی مستحق نہ تھی۔ اگر اتنی سی بات ہمارے معاشرے کے سارے شوہر اور سسرالی حضرات سمجھ لیں تو کبھی بھی کوئی بانجھ عورت اپنی کوکھ ہری کرنے کے لئے کسی کا بچہ چرانے کی حماقت نہ کرے۔ شوہر حضرات ایسی بات کا تقاضا کرتے ہیں جو بیوی کے اختیار ہی میں نہیں۔ دراصل ایسی حالت میں بند خدا کی تقسیم پر عدمِ اعتماد کا اظہار کر رہا ہوتا ہے اور جاہل بندہ یہ کیا جانے اس کا یہ احمقانہ رویہ اسے اپنے خالق سے بہت دور کردیتا ہے۔ نہ صرف خالق سے بلکہ اس کی بے پایاں رحمت سے بھی دوری ہوجاتی ہے۔ اور جو اس سخاوت والے رحیم کی رحمت سے دور ہوا، اس سے زیادہ گھاٹے میں کون ہوگا؟

گذشتہ دنوں لاہور میں عالمی پنجابی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بعض دانشوروں نے ایسی قے کی جس کے تعفن سے ماحول کا حلیہ اب تک بگڑا ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے پورا اتفاق ہے کہ پانچ دریاؤں کی اس دھرتی پر پنجابی کو عام ہونا چاہیے اور ہماری آنے والی نسلیں اس کے ساتھ مضبوط تعلق میں جڑی ہوئی ہوں۔ اس ماں بولی کی خدمت بھرپور طریقے سے ہونی چاہیے۔ الغرض، دنیا کی اس فصیح وبلیغ زبان کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے کی جو بھی کوشش ہوگی، اسے تحسین کی نگاہ سے ہی دیکھا جائے گا۔ میٹھا پانی بہانے والے دریاؤں کی اس سرزمین کی بولی کی مٹھاس اور چاشنی سے کون واقف نہیں ہے۔ برسوں تک صوفیاء نے خدا کے پیغام کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے اسی زبان کا سہارا لیا اور اسے عزت بخشی۔ مولویوں کا اس زبان کے باقی رکھنے میں کردار کسی بھی ادیب یا لکھاری سے کم نہیں ہے۔ ان خاموش محسنوں کو اگر نظرانداز کر دیا جائے تو یہ تاریخی حقائق پر کالک ملنے والی بات ہوگی۔ میں نے ہیر وارث شاہ اور سیف الملوک سبقاً پڑھی ہے۔ حکمت ودانش اور معاشرتی رویوں کی پہچان کا یہ حسین مرقع پنجاب کی اس بولی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ ایک پنجابی ہونے کے ناتے میرا بھی یہ ارمان ہے کہ ان ادبی شہ

پاروں کو عام ہونا چاہیے پنجابی کے عظیم محسنوں پر تحقیق ہونی چاہیے تاکہ علم وفضل کی نئی نئی راہیں کھلیں اور آنے والی نسلیں دانائی کی ان جھیلوں سے جی بھر کے اپنی پیاس بجھا سکیں۔مگر زبان کے فروغ کے نام پر ملکی سلامتی اور اس کی نظریاتی اساس (اسلام) پر کلہاڑا چلانے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پاکستان اور اس کے نظریے کی سلامتی سے زیادہ ہمارے نزدیک کوئی چیز اہم نہیں ہے۔اس ملک کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں نے جو قربانیاں دیں ان کا ایک فیصد حصہ بھی اس ملک پر اسلام مخالف نظام کے فروغ کے لئے ہرگز نہیں تھا۔ترقی پسند ادیب حمید اختر صاحب فکر سے عاری اور لپاٹیے کا کردار کیوں ادا کر رہے ہیں؟ خدارا اپنے ذہن سے اکھنڈ بھارت کا کیڑا نکال دیں اس ملک کا قیام اور استحکام ایک بدیہی حقیقت ہے اسے تسلیم کرلیں۔اپنی ان مغفرت سے تاریخ کا دامن پراگندہ نہ کریں۔اگر یہ ملک تلاوتوں کے لئے نہیں بنا تھا بلکہ قرآن کو نعوذ باللہ پسِ پشت ڈال کر کی جانے والی ترقیوں کے لئے بنا تھا تو جناب یہ بتانا پسند کریں گے کہ غازیوں، مہاجروں اور حریت پسندوں کے اس قافلے میں اس فکر کے علمبردار کتنے تھے جنہوں نے اپنا گھربار، زمین جائیداد حتیٰ کہ خونی رشتے چھوڑے اور اسلام کی خاطر بننے والے اس ملک کی طرف چلے آئے۔ جناب ان میں سیکولرازم کے علمبردار کتنے تھے؟ اگر پچاس برسوں کے بعد دوبارہ اس طرف آنا تھا تو ہماری ہزاروں عفیفاؤں نے اپنی عزتوں کی قربانی کس لئے دی؟ تحریکِ پاکستان اگر اسلام کے لئے نہ ہوتی تو یہ تحریک ۱۹۴۷ء سے پہلے کب کی مر کھپ گئی ہوتی۔اس مملکتِ خداداد کے باسیوں کو خدا وہ دن دکھائے جب یہ لوگ اس شجر سایہ دار کی بہاریں دیکھ سکیں۔اس کانفرنس کے شعلہ نوا مقرر جناب فخر زمان صاحب کا غصہ تو اب تک قابو میں نہیں آرہا۔آج ہی ایک مقامی اخبار میں ان کا بیان چھپا ہے کہ علماء نے پنجابی کانفرنس کی مخالفت کر کے پر قومی مفاد پر ضرب لگائی ہے۔ جناب فخر زمان ایک ادیب ہیں۔اردو میں لکھتے ہیں مگر پنجابی ان کی پہچان ہے۔شاید سٹھیا گئے ہیں۔دنیا جانتی ہے اور پاکستان کا بچہ بچہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ قومی مفاد پر ضربیں لگانے والے کون لوگ ہیں۔صوبائی تعصب جو دن بہ دن خوفناک حد تک بڑھ رہا ہے، اس کانفرنس نے ملک کی کوئی خدمت کرنے کی بجائے اس تعصب میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مولوی بیچارہ تو روکھی سوکھی کھا کر برسوں سے مسجد کے کونے کھدرے میں پڑا دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھا ہے۔تشکیل پاکستان کی مخالفت جن لوگوں نے کی وہ تقریباً سب کے سب قبروں میں جا پہنچے۔آج اس مسئلے کو دوبارہ اٹھا کے، کے کس مفاد کی بات کر رہے ہیں؟ دراصل پنجابی زبان اور ثقافت کے نام پر آپ چندی گڑھ اور امرتسر کے سکھوں کا گلا سڑا تہذیب وحیاء سے عاری کلچر امپورٹ کرنا چاہتے ہیں۔شاید مولوی ہی اس کے سامنے اب تک سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔قومی مفاد کا تقاضا ہے کہ اس رکاوٹ کو سلامت رہنا چاہیے۔

علمی، تاریخی، سوانحی، دینی کتب

- شورش کامل (شورش کاشمیریؒ) جلد ۲ — پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی — 150/=
- کاروانِ احرار (تحریک آزادی برصغیر) — جانباز مرزا مرحوم — 850/=
- مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک — " " " — 100/=

رابطہ بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون 061 [illegible] 361